حدیث - ۱۰

تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں داخل ہوں گے

عن ابی بکر الصدیق عن النبی ﷺ قال: ''لا یدخل الجنة خب ولا بخیل ولا منان.'' (تحفۃ الاحوذی۔م۶ص۹۸)

''حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جنت میں نہ دھوکہ باز داخل ہوگا، نہ بخیل اور نہ احسان جتانے والا۔''

مفہوم

جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے معاشرے میں طرح طرح کے رسوم، رواج اور زندگی کے مختلف اقدار کا چلن تھا، جس سے ذہنوں کو صاف اور دلوں کو پاک کر کے زندگی کے اس میل اور جاہلیت کے اثرات کو دور کرنے کی ضرورت تھی۔ اس مدنی معاشرے میں کچھ ایسے لوگ پائے جاتے تھے، جو مال کے بارے میں بخیل تھے، حتیٰ کہ کسی کو قرض ادھار بھی دیتے تو سود پر دیتے۔ دوسری طرف کچھ ایسے لوگ تھے جو ناپسندیدگی کے ساتھ شرماشرمی یا محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے تھے، کچھ ایسے کم ظرف لوگ تھے کہ اگر کسی کو کچھ دیتے دلاتے اور اچھی اور عمدہ چیز روکے رکھتے، کچھ وہ فتنہ پرور لوگ تھے جو چغلخوری کر کے دوستوں میں پھوٹ ڈال دیتے تھے۔ یہ ساری باتیں جاہلیت کی بیماریوں میں سے تھیں، جن کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ ایسے لوگ بھی موجود تھے، جو صرف رضائے خداوندی کے لئے اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ ان دونوں ہی قسم کے لوگوں کو نبوی تربیت کی ضرورت تھی۔ ان کے لئے کچھ اصول وقواعد ضروری تھے، جو زندگی کو منضبط ومنظم کر کے صرف رضائے الٰہی کے رُخ پر ڈال دیں۔

مالی معاملات کے احکام پہلے ہی پہل فرض اور ذمہ دار بنا کر نہیں شروع کیے جاتے ہیں بلکہ اول اول خرچ کا شوق دلا کر فضائل بتا کر خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَّاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ''(البقرہ:۲۶۱)

''جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

انسان کی نفسیاتی اور مزاجی بیماریوں کا علاج اسی طرح ہمت بڑھا کر نرمی اور مخاطب کے اکرام کا خیال رکھتے ہوئے اس کے ساتھ ہمدردی ظاہر کر کے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ان احبکم الیّ احابتکم اخلاقا، المؤطئون اکنافا الذین یألفون ویؤلفون وان ابغضکم الیّ المشاء ون بالنمیمة المفرقون بین الأحبة، الملتمسون للبراء الغیبة''۔ ''تم میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، خاکسار و متواضع ہو جو لوگوں سے انس رکھتا ہو۔ اور لوگ بھی اسے دل سے چاہتے ہوں۔ (ظاہر ہے محبت اسی سے کی جائے گی جو اچھے کردار کا مالک ہو) اور تم میں مجھ کو سب سے ناپسندیدہ وہ لوگ ہیں جو چغلخوری کرتے ہیں، دوستوں میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں، بے گناہ شخص کی غیبت کرتے ہیں۔

فریبی آدمی لوگوں میں پھوٹ ڈالتا ہے۔ جس شخص کی یہ عادت ہوتی ہے، وہ بزدل و بخیل ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی بندۂ مومن میں دو باتیں جمع نہیں ہو سکتیں: ایک بخل دوسرے بداخلاقی۔'' حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں اس شخص میں اس درجہ بڑھی ہوئی ہوں کہ اس کا مزاج و طبیعت بن جائیں۔ اس سے جدا نہ ہوں، اس میں اس کو مزہ آتا ہو، لیکن جو شخص کبھی کبھی بخل کا مظاہرہ کرتا ہے، وقتی طور پر اس سے بداخلاقی کا مظاہرہ ہو جاتا، یا بعض بعض

معاملات میں کبھی کبھار ایسا ہو جاتا ہے، مگر پھر وہ نادم وشرمندہ ہوتا ہے اور اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے یا ملامت کا احساس پیدا ہوتا ہے جو اس کے دل میں خلجان پیدا کرتا ہے وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی۔م ۶ ص ۹۸۔)

اس کا سبب یہ ہے کہ فریب کاری اور لوگوں میں بگاڑ پیدا کرنے اور دوستوں میں پھوٹ ڈالنے، مالی، عملی اور دعا میں بخل سے کام لینا بندۂ مومن کے شایانِ شان نہیں۔ اس لئے کہ مومن کی اصل شان وصفت شرافت وخوش خلقی اور سخی ومہربان ہونا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بندۂ مومن سادہ مزاج اور کریم النفس ہوتا ہے یعنی وہ اپنی شرافت نفس کی وجہ سے چشم پوشی کے سبب دھوکا کھاتا ہے اور فاجر یعنی بے دھڑک گناہ کرنے والا فریبی اور کمینہ ہوتا ہے۔ بخیل، ضدی اور بداخلاق ہوتا ہے، آپ کی مراد یہ ہے کہ مومن اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے دھوکے کو نہیں سمجھ پاتا نہ اس کی ٹوہ میں لگتا ہے اور یہ بات اس میں لاعلمی کے سبب نہیں بلکہ اس کی شرافت نفس اور حسن اخلاق کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی پاک دلی اور خوش گمانی کی وجہ سے دھوکا کھاتا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی۔م ۶ ص ۹۸۔)

بخیل جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی جان ومال لگانے میں آخری درجے کے بخل کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لئے وہ فساد اور بگاڑ کا شکار ہوتا ہے اور اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے لغزشوں کے دروازے کھول دے اور برائی وتنگی اس پر مسلط ہوتی جائے اور اس کو مشکل وپریشانی کی راہ چلائے اور ہر آسانی ونرمی سے محروم کردے، اللہ تعالیٰ اس ارشاد کی وجہ سے ''وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى'' (اللیل:۸-۱۰) ''اور جس نے بخل کیا اور بے پروا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا اسے سختی میں پہنچائیں گے۔'' یہ شخص ابتدا میں جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ بلکہ اس کے بخل وفریب دہی اور کمینہ پن کا حساب لیا جائے گا، اس کا محاسبہ ہوگا یہ ان لوگوں میں داخل ہوگا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوذرؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ ''تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ وہ

تین قسم کے لوگ جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا بہت قسمیں کھانے والا تاجر یا فرمایا بہت قسمیں کھانے والا خریدوفروخت کرنے والا، اور دوسرا احسان جتانے والا بخیل، تیسرا وہ فقیر جو تکبر کرتا ہے۔'' (مسند احمد: ج۵ص۱۵۱)

حدیث شریف کا آخری لفظ ''بہت احسان جتانے والا'' اس حدیث میں یہ بات سب سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ احسان جتانا بہت ناپسندیدہ اور کمینہ پن کا مظہر اور نفس انسانی کی رذالت، اس کی پستی، گھٹیاپن اور ناپسندیدہ جذبہ ہے، اس لئے کہ جو کچھ اس نے دیا ہے اس کا اظہار اور احسان محض اپنی جھوٹی بڑائی یا جس کو کچھ دیا ہے اس کو ذلیل کرنے کی غرض سے ایسا کرتا ہے یا لوگوں میں شہرت کی غرض مقصود ہوتی ہے اور یہ وہ تمام صفات ہیں جو اسلام کی اس روح سے میل نہیں کھاتیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس طرح بیان فرمایا: ''انما المؤمنون اخوة'' مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ایسے ہی حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

احسان جتانے کے نتیجے میں ''صدقہ'' صدقہ دینے والے اور صدقہ لینے والے دونوں کے لئے تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ دینے والے کے لئے تو اس لئے کہ اس کے اندر غرور اور گھمنڈ پیدا کردیتا ہے اور لینے والے کے لئے اس لئے تکلیف کا سبب بنتا ہے کہ اس کے اندر احساس کمتری اور ذلت پیدا کرتا ہے، جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کے دل میں کینہ اور جذبۂ انتقام پیدا ہوجاتا ہے۔

بعض ماہرین نفسیات انسانی کا کہنا ہے کہ احسان جتانے کا طبعی ردعمل کبھی نہ کبھی صدقہ لینے والے کے دل میں دشمنی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے دینے والے کے سامنے کمزوری وکمتری محسوس کرتا ہے۔ اس لئے یہ احساس اس کے دل میں برابر باقی رہتا ہے اور اپنے محسن پر برتری حاصل کرنے اور اظہار ناراضگی کی فکر وتدبیر میں لگا رہتا ہے اور دل میں اس کی دشمنی سمائی رہتی ہے۔'' (فی ظلال القرآن۔ سید قطب۔ (البقرہ: ج۳/۳۰۷)

اسلام نے ان انسانی بیماریوں کو ختم کرنے کی تدبیر بہت دوررس اور باریک ضابطوں

کے ذریعے کیا ہے۔ اسلام یہ بتاتا ہے کہ انسان کے پاس جو مال ہے وہ اس کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔ مالداروں کو جو روزی حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے تو جب کوئی مالدار اپنے مال میں سے دیتا ہے تو وہ اپنے نہیں بلکہ اللہ کے مال میں سے دیتا ہے۔ (پھر اللہ تعالیٰ کے کرم بے پایاں کا یہ عالم ہے کہ) بندہ اللہ کے نام پر جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قرض سے تعبیر فرماتا ہے کہ اس قرض کو کئی گنا کر کے واپس کرے گا۔ حدیث پاک کہ :

''فریبی، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں نہیں داخل ہوگا۔''

اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتی ہے اور راہِ خدا میں اس لطیف انداز میں خرچ کرنے اور دینے کی تاکید کرتی ہے کہ اس کا مقصود اصلی دل وضمیر کی تربیت واصلاح ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَّاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ'' (البقرہ:۲۶۳)

''جس خیرات کو دینے کے بعد (لینے والے کو) ایذا دی جائے اس سے تو نرم بات کہہ دینی اور (اس کی بے ادبی سے) درگزر کرنا بہتر ہے اور خدا بے پرواہ اور بردبار ہے۔''

اس لئے کہ وہ صدقہ جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے اس کی کوئی ضرورت اور حاصل نہیں، بلکہ اس سے بہتر وہ اچھی بات ہے جو دلوں کے زخموں کو جوڑے، مندمل کرے اور خوشی وبشاشت سے شاد کرے، عفو ودرگزر کرے، جو دلوں کے کینہ کو دھوڈالے اور اس کی جگہ بھائی چارہ اور دوستی ہو۔ یہ ہے حقیقی اسلام اور اس دین کی اصل روح یہ ہے کہ ''مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

حدیث کا فقہی پہلو

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس صفت کے ساتھ مومن جنت میں نہ داخل ہوگا یہاں تک کہ اس سے پاک کر دیا جائے، خواہ دنیا ہی میں توبہ کے ذریعہ یا اسی کے بقدر سزا کے ذریعہ یا پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ سزا دے کر جنت میں داخل کرے۔ یا محض اپنے لطف واحسان سے معاف فرمادے جس کی تائید آیت پاک سے ہوتی ہے :

''وَنَزَعْنَا مَافِی صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ.''

''اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اس کو ہم نکال کر صاف کر دیں گے۔

موجودہ حالات اور حدیث

(۱) یہ حدیث دھوکا، چالبازی، بخل، احسان جتانے والی جیسی نفسانی بیماریوں کا مداوا کرتی ہے اور اس کو معصیت کے میل کچیل سے پاک کرتی ہے تاکہ بندۂ مومن ایسے اسلامی معاشرہ کا ایک صالح جز بن سکے۔

(۲) یہ حدیث انفاق پر آمادہ کرتی ہے جو انسانی احساسات کو بلند کرتا ہے۔ اس طرح کہ اس میں خلوص کے علاوہ کوئی اور جذبہ نہ شامل ہو۔ اس کی شرافت نفس تکلیف دینے پر آمادہ نہ کرے نہ ہی مخلصانہ جذبات میں کوئی داغ لگا سکے۔